Lesson 5: Hud (Ayaat 102- 123): Day 18

سُوۡرَۃُ هُود کی تفسیر

آج کے سبق کا تھیم "استقامت" ہے۔

کُم فَانۡذِر۔ پوری سورۃ میں انبیاء اکرام کے جتنے بھی قصے آئے وہ نبی کریم کو جس پیغام کے ساتھ دیئے گئے وہ آج اس سورۃ کے بالکل آخر میں آئے گا۔ ہمیں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہاں اپنی نیتوں کو چیک کرنے کا موقع دیتے ہیں کہ ہم بھی دیکھیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے کہیں میرے ہاتھ سے یہ کلام چھٹتا تو نہیں ہے۔

سورۃ میں ہمیں بستیوں پر پکڑ کا قانون بھی سمجھ آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جب اللہ قوموں کو پکڑتا ہے تو اس کے بعد جو لوگوں کی دو قسمیں بنتی ہیں اُسکا تذکرہ ہے۔ ایک اور چیز جو ہم اس سبق میں دیکھیں گے وہ قیامت کے مناظر ہیں۔ کچھ لوگ خوش بخت ہیں تو خوش بختیوں میں ہیں، اور کچھ بد بخت ہیں۔ آج کے سبق میں پانچ نمازوں کی طرف بھی اشارۃً بات ملتی ہے۔ قرآنِ پاک میں نمازوں کے نام اور اوقات کا ڈائیریکٹ ذکر نہیں ملتا۔ اس کے لیئے ہم آپکو سُنت کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔ تا کہ سُنت کی روشنی میں آپ اپنی نمازوں کو چیک کریں۔ تو آج کے سبق میں اشارۃً پانچ نمازوں کا تذکرہ موجود ہے۔ اور پھر پوری سورۃ کا خلاصہ۔ آیتوں کو ساتھ لے کے شروع کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ‌ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ﴿۱۰۲﴾

اور تیرا رب جب کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے تو پھر اس کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے، فی الواقع اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔

پچھلی آیتوں میں ہم نے تقریباً سات مختلف قوموں پہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی باتیں پڑھیں۔ ان سکو پڑھتے اور سُنتے وقت دل میں یہ خیال آجاتا ہے کہ ان کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ اللہ کی سُنت ہے۔ اور آپکو اس وقت وہ آیت یاد رکھنی چاہیئے کو ہم نے سورۃ کے تعارف میں پڑھی تھی۔ کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے سورۃ ھود اور اُسکی بہنوں نے بوڑھا کر دیا"۔ ان سورتوں میں قوموں پر عذاب کا اتنا زیادہ ذکر آیا کہ اللہ کے نبیؐ کو فکر لگ گئی کہ کہیں میری قوم پر بھی اللہ کی پکڑ نہ آجائے۔

تو اللہ کی پکڑ کے قانون کو تھوڑا سا سمجھ لیں۔ حدیث میں آتا ہے "یقیناً اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے، پھر جب اسکو پکڑ لیتا ہے تو مہلت نہیں دیتا"۔

اللہ ایک دم نہیں پکڑتا۔ پہلے مہلت دیتا ہے، حُجتیں تمام کرتا رہتا ہے لیکن لوگ نہیں سُنتے۔ پچھلی قوموں کے قصّوں میں ہم نے دیکھا کہ نبیوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن قومِ شعیبؑ نے تو اس حد تک کہہ دیا کہ "ہمیں تو تیری بات سمجھ ہی نہیں آتی"۔ لوگوں کو بات کیوں نہیں سمجھ آتی؟

وہ اس لیئے کہ لوگوں کی اکثریت نماز، روزے کو قبول کر لیتی ہے کیوں کہ اس سے عملی باتوں پہ کم چوٹ پڑتی ہے لیکن لوگوں کو جو سب سے مشکل بات لگتی ہے وہ اپنے لائف سٹائل کو چینج کرنا ہے۔ تو جب قومیں ڈھٹائی کا ثبوت دیتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اُنہیں پکڑ لیتا ہے۔ یہ بات بتا کے ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ انہیں کیوں پکڑتا ہے؟ ہم سب کے ذہن میں ایک سوال آنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں وَكَذٰلِكَ کہہ کے بتا دیا کہ میں تو ظالم کو ایسے ہی پکڑوں گا۔

تو نوٹ کیجیئے گا کہ یہاں ظالم سے مُراد وہ شخص ہے جس کو ہدایت کا موقع ملا اور اُس نے قدر نہ کی۔ اللہ کے نبیؑ بہت بڑی نعمت تھے لیکن لوگوں نے اُن کے آگے بھی عُذر رکھے۔ لوگ ہدایت سے دور کیوں ہوتے ہیں؟

ہدایت کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں آتی ہیں اور یہ وہ رکاوٹیں ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ آپ نے ہرڈل ریس دیکھی ہو گی۔ کچھ رکاوٹوں سے بچ کے بھاگنا ہوتا ہے۔ اس کو تو لوگ انجوائے کرتے ہیں۔ رکاوٹوں میں سب سے پہلی چیز جو نظر نہیں آتی وہ خواہشات ہیں۔ خواہش ایسی بڑی رکاوٹ ہے جو ہدایت کے تقاضوں کو نبھانے نہیں دیتی۔ لوگ ہدایت کے سفر کو شروع تو کر لیتے ہیں لیکن جب اُن سے نبھایا نہیں جاتا تو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ ہم نے قومِ شعیبؑ میں دیکھے۔ دولت مند بھی تھے، اللہ نے دنیاوی آسودگیاں بھی دے رکھی تھیں۔ اس لیئے حضرت شعیبؑ کی باتیں اُنہیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔ دوسری رکاوٹ جو ہدایت کے سفر میں آتی ہے اور نظر نہیں آتی وہ 'انا' ہے۔ خواہشات اور انا، دو ایسی بڑی بڑی رکاوٹیں ہیں کہ لوگوں کو ہدایت کی طرف آنے سے روکتی ہیں اور لوگ اُس کے تقاضے پورے نہیں کر پاتے۔ ایسے لوگ جو انا پرست ہو جائیں تو اللہ اُن کی انا کو کچلنے کے لیئے کیا کرتے ہیں وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ۔ اللہ پکڑ لیتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کو ترس نہیں آتا۔

تو میں آپ سے پوچھتی کہ آپ کو چیونٹیوں کو مارتے ہوئے ترس آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع دیے، ہدایت کی ونڈو بار بار اوپن کی لیکن اُنہوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ نتیجہ کیا ہوا کہ جب وہ اپنے کاموں میں لگے رہے تو اللہ نے اُنہیں پکڑ لیا۔ ہمارے لیئے عمل کی کیا بات ہے کہ اپنی فکر کریں۔ ہر ایک اللہ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اُٹھا لے ورنہ اللہ کو پکڑنا آتا ہے۔ گمراہ لوگوں کو

خوشحال دیکھنا، ظاہر پرستوں کے لیئے بہت بڑا فتنہ ہوتا ہے۔ خواہش پرست لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانیوں کے باوجود یہ خوش حال ہیں، کتنے مزے کرتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا ہدایت کی طرف آنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سب کرکے خوش ہیں تو ہمیں تکلیف اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے اگر ہم آپکو تکلیف ہوتی ہے تو ہم آپکو مٹا تو سکتے ہیں۔ پھر اللہ اُن کی بستیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اگلا نقطہ اس آیت میں إِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى۔ اللہ نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا إِذَآ أَخَذَ أَہلَ الْقُرٰى۔ بستی والوں کو پکڑنا۔ پکڑ تو بستی والوں کی ہوئی تھی۔ تو اللہ نے کہا بستیوں کو پکڑنا۔ یہ بہت زیادہ جوش کا انداز ہے۔ یہ بالکل ایسے ہے کہ کسی کو کہنا فلاں شیر جیسا بہادر ہے، اور یہ کہنا کہ یہ تو میرا شیر ہے۔ تو ان دونوں میں کیا فرق ہے کہ شیر بول کے شیر کی ساری صفات لیں۔ یہی اصول یہاں نظر آرہا ہے کہ بستی بول کے بستی والے مُراد لیئے گئے۔ دوسری بات جو حضرت لوطؑ کی قوم کے معاملے ہے کہ بستیاں بھی تباہ ہوئی تھیں، زمین میں گڑھا پڑ گیا۔ جو بحرِ مُردار کے نام پہ آج بھی موجود ہے تو وہ جگہیں بھی بدبخت ہو جاتی ہیں جہاں لوگ گناہ کرتے ہیں۔

سورۃ بروج میں آتا ہے کہ بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی شدید ہے۔ اللہ پہلے ڈھیل دیتا رہتا ہے، جیسے بچے پتنگ اُڑاتے ہیں تو پہلے ڈور کو ڈھیلا چھوڑتے جاتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ اب ڈور اُن کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو پھر کھینچ لیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اللہ بھی ڈھیل دیتا ہے۔ تو ہم سب کو اپنے اوپر لے کے سوچنا ہے کہ اگر نافرمانیوں کے باوجود مجھے رزق مل رہا ہے، مال، شہرت، دولت، عزت یا جو کچھ بھی دنیا میں انسان کی خواہشات ہوتی ہیں پوری ہو رہی ہیں تو کہیں یہ میرے اوپر اللہ کی پکڑ نہ ہو۔ اللہ ہم سب کو اپنی پکڑ سے بچائے۔ اللہ کے نبیؐ نے اللہ کی پکڑ سے بچنے کے لیئے ایک دعا سکھائی۔

اُسکا ترجمہ ہے "اے اللہ مجھے قتل نہ کرنا اپنے غصّے کے ساتھ۔ (یعنی جب تجھے لوگوں پہ غصّہ آرہا ہو گا تو اُس میں مجھے قتل نہ کرنا) اور مجھے ہلاک نہ کرنا اپنے عذابوں کے ساتھ اور اگر کبھی عذاب کا فیصلہ ہو یا تو کسی قوم کو پکڑنے کا ارادہ کر لے تو مجھے اُس سے عافیت دے دینا۔

ہم زمین کے اُن ٹکڑوں پہ رہتے ہیں جہاں چاروں طرف کفر بھی ہے، الحاد بھی ہے اور ہم جنسی بھی ہے اور نبی کریمؐ کی تکذیب بھی ہے تو ہر وقت یہ دعا ہماری زبانوں پہ ہونی چاہیئے۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ کسی بستی کو پکڑتا ہے تو گھن کے ساتھ گیہوں بھی پستا ہے۔ اللہ سب کو پکڑتا ہے لیکن جن کی نیت اچھی تھی قیامت کے دن وہ اپنی نیتوں پہ اُٹھائے جائیں گے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّہُ النَّاسُ وَ ذٰلِکَ یَوۡمٌ مَّشۡہُوۡدٌ ﴿۱۰۳﴾

حقیقت یہ ہے کہ اس میں ایک نشانی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو عذاب آخرت کا خوف کرے وہ ایک دن ہو گا جس میں سب لوگ جمع ہوں گے اور پھر جو کچھ بھی اُس روز ہو گا سب کی آنکھوں کے سامنے ہو گا ۔

اگر آپ اس ایک آیت سے قیامت کے نام ڈھونڈنا چاہیں تو آپکو کتنے نام ملے۔ عَذَابَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ، آخرت کا دن، مشہور نام ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہی اصلی نام ہے۔ دوسرا نام یَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ، جمع ہونے کا دن۔ کیوں؟ اس لیئے کہ پہلے اور آخری سب جمع کیئے جائیں گے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والا ہر بندہ اُس دن جمع کر دیا جائے گا۔ اسی طرح یَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ کیوں کہتے ہیں کہ اس دن بدن روحوں سے مل جائیں گے۔ آگے ہم تیسویں پارے میں پڑھیں گے کہ جب جمع کر دی جائیں

گی روحیں جسموں سے۔اسی طرح لوگوں کے اعمال اور انجام جمع ہوں گے۔موت کی صورت میں نامہ اعمال چِھن جاتا ہے لیکن قیامت کی صورت میں اُنہیں واپس پکڑا دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح قیامت کا اگلا نام یہاں آیا ہے یَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ۔

شاہد۔ قیامت کے دن کو پیشیوں کا دن کہا گیا۔کیوں ؟

1۔سب اللہ کے سامنے پیش کیئے جائیں گے۔

2۔اُس دن گواہیاں پیش ہوں گی۔کچھ انسانوں کے حق میں اور کچھ انسانوں کے خلاف

3۔اُس دن انبیاء اکرام اُمتوں کے بارے میں گواہیاں دیں گے۔اور اُمتِ مسلمہ بھی شہادت دے گی ،دوسری اُمتوں کے جُھٹلانے پر۔دوسرے پارے میں ہم پڑھ چُکے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

توکیا پتہ چلا کہ یَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ۔ تیسویں پارے میں قسم کھائی گئی۔۔۔۔۔۔گواہی دینے والا اور جس کی گواہی دی گئی دونوں پکڑے جائیں گے۔اپنے اوپر لیجیئے۔ کبھی خدانخواستہ عدالت میں جانا پڑے،کسی کے خلاف گواہی دینی پڑے یا کوئی آپ کے خلاف گواہی دے تو ایسے وقتوں میں لوگوں کے ہاتھ کانپ رہے ہوتے ہیں۔قیامت کے دن کون کون میرے خلاف گواہی دے رہا ہو گا۔کیوں کہ آج دنیا میں ہمیں لوگوں کی چھوٹی سای بات بُری لگ جاتی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اُس نے مجھے کچھ کہا تو کیوں کہا، اُس نے میری انا کو مجروع کر دیا۔قیامت کے دن لوگ سچ کی بنیاد پر ہماری اصل کھول دیں گے۔اسی طرح یَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ کا ایک معنی ہے یہ ہے کہ اُس دن زمین کے ٹکڑے گواہیاں دیں گے۔سورۃ زِلزال میں آتا ہے

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾

زمین کے ٹکڑے گواہیاں دیں گے کہ جہاں بیٹھ کے لوگوں نے اچھے یا بُرے کام کیئے۔ یَوْمٌ مَّشْهُودٌ کیوں ہے کہ اُس دن جسم کے اعضاء گواہیاں دیں گے۔ ہم سورۃ ھٰم سجدہ میں پڑھیں گے کہ جب اللہ لوگوں کے مونہوں پر مُہر لگا دے گا تو جسم کے اعضاء بولیں گے۔ ایسے لگتا ہے کہ قیامت کے دن سب ایک دوسرے کے خلاف گواہیاں دے رہے ہوں گے۔ اور اُس دن لوگ شکر کر رہے ہوں گے کہ لوگوں نے ہمیں بُرا کہا تھا کہ آج ہمیں اُنکی نیکیاں مِل جائیں۔ اور آج ہم اپنے آپ کو بچا سکیں اور حقیقت ہے کہ قیامت کا دن کافروں پہ بہت بوجھل ہو گا کیوں کہ ساری گواہیاں اُن کے خلاف جا رہی ہوں گی۔ فرشتوں، رسولوں اور تمام مخلوق کی گواہیاں کفار کے خلاف ہوں گی۔ کہ انہوں نے اللہ کی دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی بات نہ مانی۔

پھر کیا ہو گا؟ اب اگلا منظر دیکھیئے۔ ان سب باتوں کو پڑھتے ہوئے آپ اپنے آپ کو میدانِ محشر میں کھڑا محسوس کریں۔

وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ ﴿١٠٤﴾ ہم اس کے لانے میں کچھ بہت زیادہ تاخیر نہیں کر رہے ہیں، بس ایک گنی چنی مدت اس کے لیے مقرر ہے۔

کس چیز کو مؤخر کیے ہوئے ہیں؟ ان گواہیوں کو اور حساب کتاب کو۔ آج دنیا میں بھی لوگ غلط کام کرتے ہوئے دِکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم فوراً نہیں پکڑتے۔ ایک دن معین ہے۔ ہم نے گِن کے اور حساب لگا کے رکھا ہوا ہے۔ جب وہ دن آئے گا تو کیا ہو گا؟

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ﴿١٠٥﴾ جب وہ آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہو گی، الا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے پھر کچھ لوگ اس روز بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ﴿١٠٦﴾ جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے (جہاں گرمی اور پیاس کی شدت سے) وہ ہانپیں گے اور پھنکارے ماریں گے۔

جہنمیوں کی زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ کی آوازیں ہوں گی، درد اور کرب کی وجہ سے وہ چیخیں چلائیں گے اور پھُنکاریں گے۔ یہ کیا آوازیں ہیں اور کیا منظر ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو لگ پتہ جائے گا۔ آج تھوڑی سی تاخیر ہے تو تم سمجھتے ہو کہ قیامت آنی ہی نہیں۔ آئے گی بس وقت مقرر ہے۔ اُس وقت کوئی بات نہیں کر سکے گا۔ کون سی بات نہیں کر سکے گا؟ اللہ سے کسی کی شفاعت کرنے کی ہمت نہیں ہو گی۔ مگر جس کو اللہ اجازت دے۔ حدیثِ شفاعت کے نام پہ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے۔ خلاصہ کیا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا "کوئی اُس دن بات نہیں کرے گا، سوائے رسولوں کے، اور اُس دن نبیوں کی پُکار کیا ہو گی، یا اللہ ہمیں بچا لے، یا اللہ ہمیں بچا لے"۔ کوئی اُس دن کی وحشت کو سوچ سکتا ہے، اُس دن کی گھبراہٹ کو، کیا حالات ہوں گے، کیسے لوگوں کی بد بختی اُن کے سامنے ہو گی۔ آج اللہ کے حکموں کو سُن کے تو بڑی زبانیں چلتی ہیں کہ جی کچھ نہیں ہوتا، دیکھ لیں گے،

آنکھوں سے بھی باتیں کررہے ہوتے ہیں اور سر بھی ہل رہے ہوتے ہیں اور زبانیں توڑ کتی ہی نہیں۔ لیکن وہاں ایسے لوگ خاموش ہوں گے۔ آج ہم نے کتنی باتیں بنائی ہوئی ہیں کہ فُلاں اللہ کے چہیتے، ہمارے سفارشی، یہ ہمارے بزرگ ہیں یہ اَڑ کر بیٹھ جائیں گے۔ اگر ہمیں نہیں جانے دیا جائے گا تو یہ بھی نہیں جائیں گے کیوں کہ ہم ان کے وسیلے بناتے تھے۔ اور یہ جنت کے راستے میں مچلیں گے اور اللہ سے لاڈ کریں گے اور جب تک اللہ نہیں مانے گا یہ وہاں سے نہیں ہٹیں گے۔

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ سب تو کسی صورت میں نہیں ہو گا۔ کسی بڑے سے بڑے انسان اور بڑے سے بڑے فرشتے کی بھی اُس دن جرأت نہیں ہو گی کہ اللہ سے کوئی بات کرے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انتہائی غصہ میں ہوں گے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اگر اس بات کو سمجھنے کے لیئے آپ دیکھیں تو کچھ لوگوں کو غصہ نہیں آتا یا پھر بہت کم آتا ہے، اور جب آتا ہے تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ کچھ لوگ تو وہ ہیں جو ہر وقت غصہ میں رہتے ہیں، اُنکو گرجنے کی عادت ہوتی ہے، آپ کہتے ہیں کرنے دیں ابھی بول کے چُپ ہو جائیں گے۔ اور جن کو غصہ نہ آئے اور وہ ایک لفظ بھی بول دیں تو اُس وقت آپ کے دل کا کیا حال ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ حِلم والا ہے اور آپ پیچھے روایت سُن چکے ہیں کہ حضرت آدمؑ بھی نہیں بولیں گے کہ میں نے درخت کا پھل چکھ لیا اور اُس دن حضرت ابراہیمؑ بھی نہیں بولیں گے کہ میں نے اپنے باپ کے لیئے دعا کر دی، میرے سے جھوٹ ہو گیا۔ اور اسی طرح کی طویل روایت ہے۔ اپنے اوپر لے کے سوچیئے کہ اُس دن میرا کیا حال ہو گا۔ کیا کسی کا یہ کہہ دینا کہ فلاں کی اللہ پہ بڑی چلتی ہے، اور اُن کے بھروسے پہ اور اُنکی سفارشوں کے نام پہ اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ

کرنا کیا یہ خوش بختی کی علامت ہے۔ ہر گز بھی نہیں۔ یہ وہ چیز ہے کہ جسے انسان اپنے دل سے نکالے گا تو فائدہ ہی فائدہ ہو گا۔

یہ دو لفظ دیکھیئے شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ۔ شَقِيٌّ کہتے ہیں "شقاوت"۔ سختی کے معنوں میں بھی آتا ہے، سخت دل، کٹھور اور بد بختی کے لیئے بھی آتا ہے۔ اور اگر ان دونوں کا ربط دیکھا جائے تو تو بھی بہت خوبصورت ہے۔ سخت دل اور کٹھور لوگ بد بخت ہوتے ہیں۔ کوئی ان سے پیار نہیں کرتا، کسی کو یہ اچھے نہیں لگتے۔ لوگ ان سے اپنے دل کی بات نہیں کرتے۔ لوگ ان کی موجودگی میں خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ بے رحم کے لیئے بھی یہ لفظ آتا ہے کیوں کہ ایسے لوگ بے رحم ہوتے ہیں۔ بے رحم بھی ہیں اور بد بخت بھی ہیں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ شَقِيٌّ کون ہیں۔ بد بخت بھی ہیں اور بے رحم بھی، اللہ کی رحمت سے دور۔ سَعِيدٌ کے کیا معنی ہیں۔ یہ لفظ س، ع، د سے ہے۔ سعادت، اُردو میں بولتے ہیں کہ یہ تو ہمارے لیئے سعادت ہے۔ تو یہ وہی لفظ ہے۔ سعید خوش بخت کو کہتے ہیں۔ نرم مزاج۔

سوال یہ ہے کہ انسان کیسے شَقِيٌّ بنتے ہیں اور کیسے سَعِيدٌ بنتے ہیں۔ ماں کے پیٹ سے ایسے نہیں آتے۔ ہاں اللہ نے اپنے علم کی بنیاد پر ماں کے پیٹ میں ہی فرشتے سے لکھوا دیا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب چار ماہ کا حمل ہوتا ہے تو فرشتہ ماں کے پیٹ میں بچے کے لیئے جو چار باتیں لکھتا ہے اُس میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ سَعِيد ہو گا یا شَقِيّ ہو گا۔ وہاں شَقِيٌّ یا سَعِيد سے مُراد جنتی یا جہنمی ہے۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ سَعِيد سے مُراد جنتی اور شَقِيٌّ سے مُراد جہنمی ہو گا۔ اللہ نے وہاں لکھ دیا تھا کیوں کہ اللہ کو پتہ تھا کہ یہ دنیا میں آنے کے بعد کیسے کام کریں گے۔ اگر ہم اپنے اوپر لے کے سوچیں کہ ہم کیسے بد بخت ہوتے ہیں تو

1۔ گناہ کرکے اور پھر گناہ پہ شرمندہ نہ ہوکے۔

2۔ سعید کیسے بنیں گے، اگر کبھی گناہ ہو گیا تو اور نیکیاں کیجیئے، توبہ استغفار کیجیئے تو شقاوت سعادت میں بدل جائے گی۔

3۔اسی طرح انسان شقی ہوتا کہ نیکی تو کرلی لیکن تکبر کی وجہ سے اُس پہ اِترانے لگا۔ یہ نیکی کے اثر کو ضائع کر دیتی ہے۔ اللہ کو ایسی نیکیوں کی ضرورت نہیں۔

4۔ اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں نیکی کا موقع دیتے ہیں۔ جو اس نیکی کو موقع کو پالیتے ہیں وہ سَعِيدٌ بن جاتے ہیں اور جو اس موقع کو ٹھکرا دیتے ہیں وہ شَقِيٌّ بن جاتے ہیں۔

5۔ دنیا کی زندگی وقتی ہے۔ یہاں اللہ نے کسی کو دولت، مال سب کچھ دیا ہے۔ وہ خود اور لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں۔ ہمارے ہاں عموماً گھروں کے باہر لکھا ہوتا ہے "ھٰذَا مِن فَضلِ رَبِّی"۔ اچھی بات ہے اللہ کا فضل ہے لیکن وہ آزمائش بھی ہو سکتی ہے۔ دنیا میں وقتی طور پر نعمتوں کا مل جانا سعادت کی علامت نہیں ہوتا۔ اُس سعادت کو آپ کیا کہیں گے کہ جس کے بعد موت کا فرشتہ آئے اور سب کچھ چھین کے ہمیں ایک مجرم کے کٹہرے میں کھڑا کر دے۔ اس لیئے جب کبھی انسان کو یہ دھوکہ ہونے لگے کہ میں دنیاوی اعتبار سے بہت خوش ہوں تو اللہ کی نظروں میں بھی ایسا ہوں گا تو یہ اُس انسان کی ناسمجھی ہے۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ جب جہنم میں ڈالیں جائیں گے، تو وہاں پھُنکاریں ماریں گے۔ اس طریقے سے وہاں بول رہے ہوں گے کہ حال کیا ہوگا زَفِيرٌ وَّشَهِيقٌ

۔ زفیر اور شھیق گدھے کی دو آوازوں کو کہتے ہیں۔ جب گدھا بولتا ہے تو آواز کو بہت اندر کھینچتا ہے

اور پھر باہر چھوڑتا ہے۔ اصل میں درد، کرب اور تکلیف کی وجہ سے جہنمیوں کے منہ سے جو آوازیں نکلیں گی یہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔ دنیا میں انکی زبانیں اللہ کے حکموں کے آگے بہت چلتی تھیں، وہاں اللہ نے ان کی زبانیں کیسے کر دیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾

اور اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں، الا یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔

اب یہ چھوٹی سی آیت ہے لیکن قرآن کی مشکل آیتوں میں سے ہے۔ یہ قرآنِ پاک کا واحد مقام ہے جہاں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا کے بعد کچھ استثنا بھی ہے۔ ہاں ہمیشہ رہیں گے، مگر نہیں۔ قرآنِ پاک میں جہاں جنتیوں کا ذکر آتا ہے وہاں صرف اتنا آتا ہے "ھُم فیھَا خَلِدُون"۔ بس بات ختم ہو جاتی ہو یا موضوع پلٹ جاتا ہے۔ جہاں جہنمیوں کو ذکر آتا ہے تو "ھُم فیھَا خَلِدُون"۔ لیکن یہاں کچھ مختلف ہے۔ چھوٹی سی آیت میں کافی باتیں ہیں۔

1۔ اس آیت سے کچھ لوگوں کو مغالطہ لگا کہ چونکہ یہاں یہ کہہ دیا گیا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ جتنی دیر زمین و آسمان رہیں گے اُتنی دیر یہ بھی جہنم میں رہیں گے اور پھر بات ختم ہو جائے گی۔ کچھ نے یہ تفسیر کی کہ اُتنی دیر جہنم میں رہیں گے جتنی دیر دنیا میں آسمان و زمین قائم رہے تھے۔ جتنی دیر زمین و آسمان اس دنیا میں قائم رہے اُتنی دیر جہنمیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، اُس کے بعد اُنہیں نکال لیا جائے گا۔ حالانکہ یہ طویل ہے۔ مَا

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ کیا ہے؟ یہ عربوں کا محاورہ ہے۔ جب کسی کی ہمیشگی کو ثابت کرنا ہوتا تھا تو عرب یہ محاورہ بولا کرتے تھے۔ یہ اُنکی روزمرہ کی گُفتگو تھی۔ دوام کو ثابت کرتے تھے۔ کہتے کیا تھے؟ یعنی یہ چیز ہمیشہ اُسی طرح رہے گی جس طرح زمین و آسمان رہے۔ تو وہی محاورہ اللہ تعالیٰ نے یہاں استعمال کیا۔

اسکی ایک تیسری تفسیر بھی کی گئی کہ دنیا کے آسمان تو وقتی تھے۔ ایک دن ختم ہو جائیں گے سورۃ انفطار میں اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۱﴾ جب آسمان پھٹ جائے گا

سورۃ انشقاق میں پڑھیں گے اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ﴿۱﴾ جب آسمان پھٹ جائے گا۔ تو ہم سب جانتے ہیں کہ قیامت کی صورت میں یہ تمام آسمان اور زمین ختم ہو جائیں گے۔ کچھ کہتے ہیں کہ یہاں السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ سے مُراد دنیا کے زمین و آسمان نہیں ہیں بلکہ جنت یا جہنم کے زمین و آسمان مُراد ہیں۔ کتنی باریکیاں ہوتی ہیں۔ ہم اور چیزوں پہ غور کرتے ہیں، علم والوں نے ان چیزوں پہ غور کیا۔ وہ نہیں فنا ہوں گے تو یہ بھی نہیں ہوں گے۔ سورۃ ابراہیم کی آیت 48 میں بھی ایک اسی قسم کا اشارہ ملتا ہے یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ......ڈراوٴ اِنہیں اُس دن سے جبکہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے ۔

تو یہاں پہ آخرت کے زمین و آسمان مُراد ہیں یہاں کے نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ صرف ایک آیت سے ہم قرآن و حدیث میں کئی بار آنے والی بات کو کیسے ریجیکٹ کر سکتے ہیں۔ تو خلاصہ کیا نکلا کہ مشرک اور کافر ہمیشہ کے لیئے جہنم میں رہیں گے۔ اُن کے لیئے اپنے دل میں کوئی سوفٹ کارنر مت رکھیں۔ ہاں مگر اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ۔ اسکو سمجھ لیجیئے تو ہمیں بھی اپنی اوقات سمجھ آجائے گی۔ سوائے اس

کے جو آپ کا رَب چاہے۔ اسکو دیکھیں تو مَا کے کئی معنی ہیں۔ سوائے اس وقت کے جو تمہارا رب چاہے۔ ایک تو یہ معنی ہو گیا کہ اللہ جتنا وقت چاہے گا اُنہیں جہنم میں رکھے گا۔ تو پہلا معنی یہ ہوا کہ یہ جہنمی جتنی دیر اللہ چاہے گا جہنم میں رہیں گے پھر ختم۔

دوسرا معنی مَا بمعنی مَن جو۔ مَا غیر عاقل کے لیئے ہے یعنی بے جان چیزوں کے لیئے جبکہ مَن عاقل کے لیئے ہے، جاندار کے لیئے جیسے انسان اور جنات ہیں تو کچھ لوگ کیا کہتے ہیں کہ یہاں اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ سے مُراد اہلِ توحید ہیں۔ یہ موضوع ہم انشاءاللہ 14 پارے کی شروع کی آیتوں میں بہت تفصیل کے ساتھ پڑھیں گے۔ ایک وہ وقت آنے والا ہے جب کافر کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ وہاں جا کے اس کی بہت ساری تفسیریں دکھائیں گے۔ لیکن اُس میں سے ایک تفسیر کیا ہے کہ اہلِ توحید، جنہوں نے شرک نہیں کیا۔ اُنکے کبیرہ گناہ بھی تھے، نفس کے غلبے کی وجہ سے کچھ چیزیں بھی تھیں، تو ایسے لوگوں کو بالآخر اُنکے گناہوں کی سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم سے نکال دے گا۔ تو انکو وہاں سے نکلتا دیکھ کے دوسرے جہنمی رشک کریں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم بھی جہنم سے نکل آتے۔

تو کیا پتہ چلا کہ ایمان اتنی بڑی دولت ہے جو انسان کو جہنم سے نکلوا دے گا۔ لیکن کیا جہنم میں کچھ دن بھی رہنا آسان ہیں۔ کیا یہ سوچ سکتے ہیں کہ کوئی بات نہیں کچھ دن ہی کی تو بات ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اُنگلی کو کچھ دیر چولھے پہ رکھ کے دیکھیں، دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے 69 ٹائم ٹھنڈی ہے، دھو دھو کے دنیا میں بھیجی گئی ہے۔ تو جب اُس کی ایک ہلکی سی تپش برداشت نہیں ہوتی تو جہنم کی آگ کیسے برداشت ہو گی۔ اس پہ اُستاذہ عفت مقبول صاحبہ کا ایک پورا لیکچر ہے کہ ہمارے گناہ کیسے دُھلیں گے۔

نورالقرآن ویب سائٹ سے سنیئے۔ تو اُس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ گناہوں کو جہنم کی بھٹی میں ڈالے گا اور جب اُنکے گناہ پورے ہو جائیں گے تو اُنہیں جہنم کی بھٹی سے نکالے گا۔ اور حدیث میں یہاں تک آتا ہے کہ جب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا تو جنت کے باہر ایک نہر ہے اُس میں اُن کو ڈُبکی دی جائے گی۔ اس نہر کو "نہرِ حیاوان" کہتے ہیں۔ تو جب لوگوں کو اُس نہر میں ڈالا جائے گا تو وہاں اُنکے جسم اُگیں گے۔ کیوں کہ جب اُنہیں جہنم سے نکالا تھا تو وہ کوئلوں کی طرح بن چُکے تھے، جلے بُھنے تھے۔ تو جب اس نہر میں ڈالا جائے گا تو نئے جسم اُگیں گے۔ لیکن اُن کے ماتھوں پہ "اِتقُرحمان" لکھا ہو گا۔ رحمان کے آزاد کردہ قیدی۔ اِتق کہتے ہیں آزاد کرنے والے کو۔ تو جب وہ جنت میں اِدھر اُدھر گھومیں پھریں گے تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ قیدی ہیں۔ یہ پہچان ہو گی کہ یہ گناہ گار جہنمی ہیں جو جہنم سے نکلے ہیں۔ پھر اس سے اُن کو شرم آئے گی، کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ اُنکے ماتھے سے اُس نشان کو ہٹادیں گے۔

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ۔ اس مَا کے آگے اپنے آپ کو لکھیں۔ کیا میں چاہتی ہوں کہ وہاں جاکے پاک ہوں۔ آج دنیا میں خود کو پاک کرلیں، گناہوں کو چھوڑ دیں، آسانی رہے گی لیکن اگر وہاں جاکے پاک ہوئے تو بڑا سخت حساب ہو گا۔ نافرمان مومن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ کچھ عرصہ رہنے کے بعد نکال لیئے جائیں گے۔ یہاں اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ سے مُراد وہ لوگ بھی ہیں جن کو کسی سفارش کی بنیاد پر جہنم سے نکالا جائے گ۔ کسی نبی، ولی یا اُنکی اولادیں یا جو جو کچھ بھی حدیث میں باتیں ملتی ہیں۔ یعنی وہ کسی کی سفارش سے جہنم سے نکلیں گے۔ ہم تو کہیں نہیں چاہتے کہ ہمارے ساتھ ایسا معاملہ ہو۔ لیکن اگر اللہ کسی کو پکڑے اور ہمیشہ کے لیئے پکڑے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اُس کو بچا سکے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ

نے دنیامیں بھی لوگوں کو بہت مہلت دی تھی۔اسی لیئے فرمادیا کہ "مگر جو تیرا رَب چاہے"۔یہ رب کے فیصلوں پہ ہو گا۔کیا یہاں مَا شَآءَ رَبُّکَ کے ساتھ مَا شَآءَ رَسُولُکَ بھی کہا ہے۔نبیوکَ، پیرُکَ، وَلِیُّوکَ، کچھ بھی نہیں کہا۔قیامت کے دن صرف اللہ کی چلے گی۔دنیامیں ہم جیسے ناکاروں کی بھی چلتی ہے۔ٹکٹ بُک کرواتے ہیں، اللہ کہتا ہے جاوٴ۔ہم کہیں سے بھی ہو کے آجاتے ہیں۔لیکن قیامت کے دن صرف اللہ کی چلے گی۔کیوں کہ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ﴿۱۰۷﴾ بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے ۔اللہ اکبر۔کوئی اُسکو نہیں روک سکتا۔حضرت ابو بکر صدیقؓ کی موت کا وقت قریب تھا۔لوگوں نے کہا کہ حکیم کو بُلائیں۔کہنے لگے نہیں میں نے حکیم کو دکھادیا ہے۔کہا اچھا کیا کہا حکیم نے۔تو کہنے لگے اُس نے کہا ہے فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ۔ اشارہ تھا اللہ کی طرف کہ اللہ نے مجھے کہہ دیا ہے کہ اب آپ کی موت کا وقت ہے۔کہا جو وہ چاہے گا وہی ہو گا۔تو اللہ کی مرضیوں کو مان لیں بہت آسانی ہو گی۔آخر ماننی تو اللہ ہی کی پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ کی مرضی پہ چلنے والا بنادے۔یہ جو آج ہمیں اپنی مرضیوں کا شوق چڑھا ہوا ہے، ہم خود کو مختارِ کُل سمجھتے ہیں۔ایک اور جملہ لوگ نا سمجھی اور محبت میں بولتے ہیں کہ جو اللہ چاہے اور جو رسول چاہے۔نہیں وہی ہو تا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ایک شخص نے نبی کریمؐ کے سامنے کہہ دیا کہ اے نبی وہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور جو آپؐ چاہتے ہیں۔تو آپؐ نے کہا کیا تو مجھے اللہ کا شریک بناتا ہے، نہیں وہ ہو گا جو اللہ چاہے گا۔تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم اللہ کی چاہت کو قبول کر لیں۔ایک اللہ کی چاہت ہے ایک ہماری چاہت ہے، اللہ کی چاہت کو اپنی چاہت بنالیں تو وہ آپ کی چاہت کو بھی رنگ لگا دے گا۔